فتنۂ وضعِ حدیث اور اُس کا مکمل انسداد

مضمون "فہم قرآن" جو برہان میں اب تک مسلسل شائع ہوتا رہا ہے، اب کتابی شکل میں شائع کیا جا رہا ہے۔ کتاب کی ترتیب مکمل ہو چکی ہے جس میں حدیث کے اعتبار و استناد سے متعلق تفصیلی بحث کی گئی ہے۔ ذیل کا مضمون اُس کا ہی ایک ٹکڑہ ہے، مضمون جس ترتیب سے بُرہان میں شائع ہوتا رہا، وہ ترتیب کتابی شکل میں بڑی حد تک بدل گئی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ بعض باتیں جو آپ گذشتہ بُرہان میں "تدوین حدیث" کے ماتحت پڑھ چکے ہیں، آپ کو اس مضمون میں بھی ملینگی، لیکن وہ ایک ڈیڑھ صفحہ سے زیادہ نہیں ہیں۔

جیسا کہ معلوم ہو چکا ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام و تابعین عظام کے عہد میں احادیث کی تدوین نہیں ہوئی۔ جو کچھ حدیثیں تھیں زبانوں پر تھیں۔ اور اسی طرح ایک سے دوسرے کی طرف منتقل ہوتی رہتی تھیں۔ اس تقریب سے منافقوں اور دشمنان اسلام کو احادیث وضع کرنے کا موقع ہاتھ آگیا۔ ان لوگوں نے مسلمانوں میں اختلاط اور ارتباط پیدا کر کے احادیث موضوعہ کی نشر و اشاعت شروع کی اور اس طرح اسلام کو نقصان پہنچانے میں اپنے نزدیک کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا۔ ابن عدی کہتے ہیں "عبدالکریم بن ابی العوجا کو قتل کرنے کے لیے لیجایا گیا تو اُس نے کہا "میں نے چار ہزار احادیث جن میں حرمت و حلت کے احکام ہیں، وضع کر کے لوگوں میں پھیلا دی ہیں۔[1]"

وضاعین حدیث کے مختلف طبقے

علامہ سیوطی نے ابن جوزی سے نقل کیا ہے کہ جن لوگوں کی احادیث میں جھوٹ اور وضع اور قلب پایا جاتا ہے اُن کی چند قسمیں ہیں بعض وہ لوگ ہیں جن پر زہد غالب تھا، وہ

[1] تذکرۃ الموضوعات ص ۹۔

احادیث کی حفاظت نہیں کرسکے یا اُن کی کتابیں ضائع ہوگئیں یحییٰ بن معین سے روایت ہے کہ میں نے جھوٹ اُس جماعت سے زیادہ کسی میں نہیں پایا جو اپنے تئیں خیر اور زُہد کی طرف منسوب کرتی ہے بعض وہ لوگ تھے جو اگرچہ ثقہ تھے لیکن اُن کی عقلوں میں فتور آگیا تھا۔ اور وہ پھر بھی روایت حدیث سے باز نہیں آتے تھے، کچھ ایسے تھے جنھوں نے کوئی غلط روایت نقل کردی۔ بعد میں اُنہیں اپنی غلطی کا علم بھی ہوگیا لیکن از راہِ سخن پروری اُنھوں نے رجوع نہیں کیا۔ ان مختلف لوگوں کے علاوہ ایک زندیقوں کا طبقہ تھا جو قصداً شریعت کو برباد کرنے اور اسلام میں فتنہ و شر کا دروازہ کھولنے کی غرض سے احادیث وضع کرتا تھا، ان زنادقہ میں کچھ لوگ ایسے جری بھی تھے جو موقع پاکر اپنے شیخ کی کتاب اُٹھا لیتے اور اُس میں من گھڑت احادیث شامل کردیتے تھے۔ کچھ لوگ ایسے تھے جو کسی خاص عقیدہ و خیال کے پابند تھے اور اُس کو لوگوں میں مقبول بنانے کے لیے احادیث وضع کرتے تھے۔ ابن لہیعہ فرماتے ہیں۔ مجھ سے ایک خارجی العقیدہ شیخ نے کہا جس نے آخر میں توبہ کر لی تھی۔ کہ ہم جب کسی امر کا ارادہ کرتے تھے تو فوراً اُس کے لیے ایک حدیث وضع کر لیتے تھے۔ حماد ابن سلمہ کہتے ہیں "میں نے ایک رافضی سے سُنا وہ کہتا تھا کہ ہم جب کسی چیز کو اچھا سمجھتے تھے تو اُس کے لیے ایک حدیث وضع کر لیتے تھے۔ محمد بن القاسم الطالکانی فرقہ مرجئہ کا سردار تھا۔ اپنے عقیدہ کے مطابق کثرت سے احادیث وضع کرتا رہتا تھا ان کے سوا کچھ وہ لوگ تھے جو ترغیب و ترہیب کے لیے وضع حدیث کو جائز سمجھتے تھے اور وہ ایسا کرتے بھی تھے[1]

اسباب وضع حدیث

وضع حدیث کے اسباب مختلف تھے اجمالاً انہیں اس طرح بیان کیا جاسکتا ہے ۔

(۱) سیاسی جھگڑے: حضرت علیؓ اور حضرت معاویہ کے اختلاف کی وجہ سے خوارج اور شیعہ کے جو دو فرقے پیدا ہوگئے تھے اُن کو اپنے اپنے عقیدہ میں اتنا غلو تھا کہ حضرت علی اور حضرت

[1] اللآلی المصنوعہ فی الاحادیث الموضوعہ ج ۲ ص ۴۶۸ - ۴۶۹

معاویہ کی شان میں بے تکلف احادیث وضع کرتے اور من کذب علیّ متعمّداً فلیتبوا مقعدہ من النار کی وعید کی ذرا پروا نہیں کرتے تھے۔ پھر بنو اُمیہ اور بنو عباس میں جو مستقل سیاسی رقابت قائم ہوگئی تھی اس نے اس چنگاری کو ہوا دے کر دہکتی ہوئی آگ بنا دیا۔ اسی قبیل میں وہ احادیث شامل ہیں جو عربی عصبیت اور عجمی خودداری کی کشمکش کے باعث اختراع کی گئیں۔

(۲) دوسری صدی کے وسط میں کلامی اور فقہی مسائل کا زور ہوا تو اپنی وجاہت علمی کو نمایاں کرنے کے لیے بعض لوگوں نے قصداً احادیث وضع کیں، اور چونکہ مسلمان ہر مسئلہ کا ثبوت قرآن و حدیث سے چاہتے تھے اس لیے بعض وضاعین نے اپنے نظریہ کی تائید کے لیے قصداً احادیث وضع کیں اور اُن کا عام چرچا کیا۔

(۳) شخصی حکومت کے استبداد کی وجہ سے بعض لوگ ایسی محکومانہ ذہنیت رکھتے تھے کہ بادشاہ کو خوش کرنے کے لیے سرکار دو عالم پر تہمت طرازی سے بھی باز نہیں آتے تھے۔ غیاث ابن ابراہیم کے متعلق مشہور روایت ہے کہ وہ ایک مرتبہ مہدی بن منصور کے پاس آیا۔ مہدی کو کبوتر بازی کا بہت شوق تھا۔ غیاث نے یہ دیکھتے ہی اُس کو خوش کرنے کے لیے حدیث وضع کردی لا سبق اِلّا فی خفٍّ او حافرٍ او جناحٍ۔ مہدی نے اُس وقت تو خوش ہوکر غیاث کو دس ہزار درہم دلا دیے لیکن جب وہ جانے لگا تو مہدی نے کہا "میں گواہی دیتا ہوں کہ تیری گُدی اُس شخص کی سی ہے جو رسول اللہ کی طرف غلط احادیث منسوب کرتا ہو۔ رسول اللہ نے "او جناح" نہیں فرمایا ہے۔ تو نے ہم سے تقرب حاصل کرنے کے لیے اس لفظ کا اضافہ کردیا ہے[1]۔"

غرض یہ ہے کہ یہ اسباب تھے جن کی وجہ سے دشمنانِ اسلام نے احادیث موضوعہ کا انبار لگا دیا اب سوال یہ ہے کہ کیا ان وضاعین کی نامراد کوششوں کی وجہ سے حدیث کا تمام ذخیرہ ناقابلِ اعتبار و استناد قرار دیا جا سکتا ہے؟ کیا ان فتنہ پردازوں کے جواب میں ائمہ دین اور علماء اسلام نے جو

عدیم النظیر کوششیں کی ہیں وہ سب بیکار و بے فائدہ رہیں؟ کیا یہ صحیح ہے کہ ان دجاجلہ امت کا جادو چل گیا اور اب ہم اس قابل نہیں ہیں کہ کسی ارشاد نبوی پر بھروسہ کر سکیں؟ کیا یہ درست ہے کہ "وضع و کذب کے دریا" میں حقانیت و صداقت کے چند قطرے ایسے رل مل گئے ہیں کہ اب اُن کا کہیں سراغ نہیں لگ سکتا؟ کیا یہ کہا جا سکتا ہے کہ قرآن مجید نے جس ذاتِ گرامی کو خود "اسوۂ حسنۃ" کہا تھا، ان افترا پرداز افسانوں کی ملعون حرکات کے باعث اُس کے اقوال و افعال اب ایسے تاریک پردوں میں مستور ہو گئے ہیں کہ ہم اُن سے کوئی روشنی حاصل کر کے اپنے ظلمتکدۂ حیات کو روشن نہیں بنا سکتے؟ اور یہ جو قرآن نے ولکم فی رسول اللہِ اسوۃٌ حسنۃٌ کا اعلان کر کے ہم کو اسوۂ نبوی کی پیروی کی دعوت دی تھی، یہ سراسر بے کار رہی؟

عہد صحابہ میں عدم کتابت حدیث کی وجوہ

اس سوال کا جواب معلوم کرنے کے لیے ہم کو اُن روایات و آثار پر ایک نظر ڈالنی چاہیے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ صحابۂ کرام احادیث کے ساتھ کتنا اعتنا کرتے تھے اور اُن کو کس طرح حرزِ جان بنا کر رکھتے تھے۔ اس قسم کی روایات پہلے گذر چکی ہیں، یہاں اُن کے اعادہ کی چنداں ضرورت نہیں۔ اس موقع پر ایک سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صحابہ کو احادیث کا اتنا اہتمام تھا تو اُنھوں نے احادیث کی کتابت کیوں نہیں کی، اور کسی نے ایسا کرنا چاہا تو اُسے اس کی اجازت کیوں نہیں دی۔ جواب یہ ہے کہ فرط احتیاط کے باعث صحابہ سمجھتے تھے کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم ان کو لکھیں اور کوئی شخص اُن میں کمی بیشی کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف اس کا غلط انتساب کر دے تو اس کی ذمہ داری لکھنے والے پر عائد ہوگی۔ دوسری وجہ یہ ہے کہ اجلّہ صحابہ چاہتے تھے کہ قرآن و حدیث میں مرتبہ کے اعتبار سے فرق باقی رہے۔ کتب میں مدون ہو جانے کے باعث ایسا نہ ہو کہ لوگ قرآن کو بھول جائیں، اور اپنی تمام توجہ حدیث پر مبذول کر دیں۔ روایات و آثار سے ان دونوں باتوں کی تائید ثابت ہوتی ہے۔ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ خطبہ میں ارشاد فرمایا "ہر وہ شخص

جس نے کچھ احادیث لکھ رکھی ہوں میں اُس کو قسم دیتا ہوں کہ وہ اُس سے رجوع کرلے اور انہیں مٹا دے۔ پھر فرمایا۔

فانما ھلک الناس حیث اتبعوا	لوگوں نے جب کبھی اپنے علماء کی احادیث کا
احادیث علمائھم وترکوا کتاب	کا اتباع کیا اور اپنے رب کی کتاب چھوڑ دی
ربھم	ہلاک ہوگئے۔

(اس روایت میں "احادیث علمائھم" کے الفاظ خاص طور پر قابل غور ہیں)

حضرت ابوسعید خدری سے کسی نے کہا کہ آپ جو احادیث نقل کرتے ہیں کیا ہم ان کی کتابت نہ کریں؟" فرمایا "ہم تم کو کتابت نہیں کرائینگے، تم ہم سے روایات اسی طرح بیان کرو جس طرح ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کرتے ہیں"۔

قرن اول میں کتابت حدیث سے اجتناب حدیث سے بے اعتنائی پر نہیں، بلکہ روایت حدیث میں کمال احتیاط پر مبنی تھا۔ زہری جلیل القدر محدث تھے اور اُن کا مشغلہ ہی درس وتدریس حدیث تھا لیکن کوئی مرتب مجموعۂ احادیث اُن کے پاس بھی نہیں تھا۔ امام مالک فرماتے ہیں "لم یکن مع ابن شہاب کتاب الا کتاب فیہ نسب قومہ" علامہ قرطبی نے امام مالک کا ایک اور قول نقل کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

لم یکن القوم یکتبون انما کانوا	لوگ پہلے لکھتے نہیں تھے، صرف یاد رکھتے
یحفظون، فمن کتب منھم الشئ	تھے۔ ان میں سے کوئی کوئی اگر کچھ لکھتا بھی تھا
فانما کان یکتبہ لیحفظہ فاذا	تو صرف یاد کرنے کے لیے لکھتا تھا یاد ہوجانے
حفظہ محاہ ۱؎	کے بعد اُسے مٹا ڈالتا تھا۔

۱؎ یہ سب روایتیں میں نے جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۶۳ سے لی ہیں۔

اس مقام پر ایک اور روایت کا نقل کر دینا ضروری معلوم ہوتا ہے جس سے عدم کتابت تحدیث کے وجوہ واسباب پر کامل روشنی پڑتی ہے۔ عبدالرحمن بن الاسود اپنے والد سے روایت کرتے ہیں وہ کہتے ہیں "ایک مرتبہ مجھے اور حضرت علقمہ کو کہیں سے ایک صحیفہ مل گیا۔ ہم دونوں اُسے لے کر غروب آفتاب کے وقت حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گئے اور دروازہ پر بیٹھ گئے۔ حضرت ابن مسعودؓ نے جاریہ سے فرمایا" دیکھنا دروازہ پر کون ہے؟ جاریہ بولی علقمہ اور اسود۔ حضرت ابن مسعودؓ نے ہم کو اجازت دیدی۔ گھر میں داخل ہو کر ہم نے وہ صحیفہ دکھایا اور کہا کہ یہ حدیث حسن ہے۔ حضرت عبداللہ نے جاریہ کو طشت میں بھر کر پانی لانے کا حکم دیا۔ جاریہ نے حکم کی تعمیل کی۔ آپ نے فوراً پانی سے بدست خود اس صحیفہ کو مٹانا شروع کر دیا اور نحن نقص علیك احسن القصص پڑھنے لگے۔ ہم نے کہا" ذرا اس کو دیکھ تو لیجیے اس میں ایک عجیب حدیث ہے لیکن حضرت عبداللہ ابن مسعودؓ پھر بھی نہ مانے اور اس صحیفہ کو مٹاتے ہی رہے اور پھر فرمایا۔

انّ ھٰذہ القلوب اوعیۃ	یہ دل برتن ہیں۔ ان کو تم قرآن مجید
فاشغلوھا بالقرآن ولا تشغلوھا	سے پُر کرو اور اس کے غیر سے
بغیرہ۔	مت بھرو۔

ابوعبیدہ جو اس قصہ کے ایک راوی ہیں اور سند میں مذکور بھی ہیں کہتے ہیں:۔

"معلوم ہوتا ہے کہ یہ صحیفہ اہل کتاب سے لیا گیا تھا۔ اس لیے حضرت ابن مسعودؓ نے اس کو دیکھنا بھی مکروہ سمجھا[1]۔

غرض یہ ہے کہ یہ وجوہ تھے جن کی بنا پر عہدِ صحابہ میں ایک طرف کتابت وتدوین حدیث نہیں ہوئی اور دوسری طرف اُنہوں نے احادیث کے قبول کرنے اور اُن کی جانچ پڑتال کرنے میں کافی اہتمام

[1] جامع بیان العلم وفضلہ ج ۱ ص ۶۶۔

کرنا شروع کر دیا تاکہ احادیث صحیحہ غیر صحیحہ سے متاثر ہو جائیں۔

قبول حدیث میں صحابہ کی احتیاط حضرت ابن عباس فرماتے ہیں "جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ نہیں باندھا جاتا تھا ہم احادیث قبول کرتے تھے لیکن جب لوگ اس طرح کی باتیں کرنے لگے تو ہم نے آپ سے روایت کرنا ترک کر دیا"[1] ایک اور حدیث اس سے بھی زیادہ واضح ہے بشیر العدوی کہتے ہیں "میں ایک مرتبہ حضرت ابن عباس کے پاس آیا اور اُن کے سامنے روایت بیان کرنے لگا لیکن حضرت ابن عباس نے اس پر کوئی توجہ نہیں کی۔ میں نے کہا " ابن عباس! میں دیکھتا ہوں کہ آپ میری حدیث نہیں سُنتے" فرمایا " ایک زمانہ تھا کہ جب کوئی شخص ہمارے سامنے قال رسول اللہ کہتا تو ہماری نگاہیں فوراً اس کی طرف اُٹھ جاتیں اور ہم بڑی توجہ سے وہ روایت سُنتے تھے لیکن اب جبکہ لوگوں نے خلط ملط کر دیا ہے ہم اُن سے صرف وہی روایتیں قبول کرتے ہیں جنہیں ہم جانتے ہیں"[2]

اس احتیاط کی وجہ سے اگر کوئی صحابی اُن میں سے کسی کے پاس کوئی کتاب لاتا تو وہ اُس میں جتنے حصہ کو صحیح سمجھتے رہنے دیتے اور باقی کو قلمزد کر دیتے تھے۔ سفیان بن عینیہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عباس کے پاس کوئی شخص ایک کتاب لایا اُس میں حضرت علی کا کوئی فیصلہ تھا۔ حضرت ابن عباس نے تھوڑے سے حصہ کو رہنے دیا اور باقی کو مٹا دیا۔[3]

بے تحقیق روایت پر وعید کسی روایت کو سُننے کے بعد اُس کو اگر بیان کرنا چاہتے تو پہلے اُس کی خوب چھان بین کر لیتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی۔

کفی بالمرءِ کذبًا ان یحدّث	ایک آدمی کے جھوٹا ہونے کے لیے یہی کافی
بکل ما سمع[4]	ہے کہ وہ ہر اُس چیز کو بیان کر دے جو سُنے۔

[1] صحیح مسلم باب النہی عن الروایۃ عن الضعفاء [2] صحیح مسلم باب الروایۃ عن الضعفاء [3] ایضاً

اُن کے پیش نظر رہتا تھا۔ پھر اس کے علاوہ آپ نے یہ پیش گوئی بھی کی تھی۔

سیکون فی اٰخر اُمتی رجال یحدثونکم مالم تسمعوا انتم ولا اٰباءکم فایاکم وایاھم[1]

آخر اُمت میں ایسے لوگ آئینگے جو تم سے ایسی حدیثیں بیان کرینگے جن کو نہ تم نے سُنا ہوگا اور نہ تمہارے آبا نے تم اُن سے بچتے رہنا۔

حضرت عبداللہ فرماتے تھے۔

ان الشیطان لیتمثل فی صورۃ الرجل فیاتی القوم فیحدثھم بالحدیث من الکذب فیتفرقون فیقول الرجل منھم سمعت رجلا اعرف وجھہ ولا ادری ما اسمہ یحدث[2]

شیطان مرد کی صورت میں متمثل ہو کر ایک جماعت کے پاس آئیگا اور اُن سے جھوٹ حدیث بیان کریگا جس کی وجہ سے وہ لوگ متفرق ہو جائینگے اور اُن میں کا ایک شخص کہیگا کہ میں نے یہ حدیث ایسے شخص سے سُنی ہے جس کا چہرہ تو میں پہچانتا ہوں لیکن اُس کا نام نہیں جانتا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابہ صحت حدیث کی تحقیق میں بہت اہتمام کرتے تھے جب تک انہیں راوی سے پورا تعارف نہ ہوتا وہ کسی حدیث کو یوں ہی قبول نہیں کرتے تھے۔

کثرت روایت سے اجتناب جو لوگ کثرت سے روایت کرتے تھے صحابہ کرام اُنہیں اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کیونکہ ایسے حضرات سے کسی روایت کے باب میں غیر محتاط رہنے کا اندیشہ ہوتا ہے۔

طاہر جزائری لکھتے ہیں:-

اذ الاکثار مظنۃ للخطاء والخطاء

کیونکہ کثرت روایت سے خطا کا احتمال ہوتا ہے

[1] صحیح مسلم باب الروایۃ عن الضعفاء [2] صحیح مسلم باب الروایۃ عن الضعفاء

فی الحدیث عظیم الخطر (توجیہ النظر فصل ثالث) اور حدیث میں خطا بڑے خطرہ کا سبب ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرہ کثیر الروایۃ صحابی تھے حضرت عمرؓ نے اُن پر سختی کی کہ وہ کثرت سے روایت نہ کیا کریں تو حضرت ابوہریرہ نے بطور معذرت فرمایا۔

ان الناس یقولون اکثر ابوھریرۃ	لوگ کہتے ہیں ابوہریرہ کثرت سے روایت کرتا
ولولا آیتان فی کتاب اللہ ما	ہے۔ اگر قرآن مجید میں دو آتیں نہ ہوتیں تو میں
حدثت حدیثا ثم یتلوا ان	کوئی حدیث روایت نہ کرتا۔ اس کے بعد آپ
الذین یکتمون ما انزلنا من	آیت ان الذین یکتمون الآیۃ پڑھتے پھر فرماتے
البینات الی قولہ الرحیم ان	ہمارے بھائی مہاجرین بازار کے لین دین میں
اخواننا من المہاجرین کان	لگے رہتے تھے۔ اور ہمارے بھائی انصار اپنے
یشغلھم الصفق بالاسواق	اپنے مالی معاملات میں معروف رہتے تھے
وان اخواننا من الانصار کان	ان کے برخلاف ابوہریرہ پر شکم ہونے کی
یشغلھم العمل فی اموالھم وان	وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
اباھریرۃ کان یلزم رسول اللہ	ساتھ رہتا تھا۔ اور جبکہ انصار و مہاجرین
صلی اللہ علیہ وسلم بشبع بطنہ و	نہ ہوتے تھے، ابوہریرہ ہوتا تھا، اور جسے وہ
یحضر مالا یحضرون ویحفظ مالا	یاد نہیں کرسکتے تھے ابوہریرہ یاد کرتا تھا۔
یحفظون[1]	

اس احتیاط کی وجہ سے جلیل القدر صحابہ کی ایک جماعت تھی جو بہت کم روایت کرتی تھی اُن میں حضرت ابوبکر، زبیر، ابوعبیدہ، عباس بن عبدالمطلب رضوان اللہ علیہم اجمعین زیادہ مشہور ہیں۔ اور بعض

[1] صحیح بخاری باب حفظ العلم۔

بعض صحابی تو وہ تھے جو روایت ہی نہیں کرتے تھے، مثلاً سعید بن زید بن عمرو بن نفیل حضرت عمرؓ خود بھی روایت کم کرتے تھے، اور دوسروں کو بھی قلت روایت کی تاکید کرتے تھے مسلمانوں کا ایک لشکر عراق کی طرف روانہ ہوا تو حضرت عمرؓ نے انہیں خطاب کرکے ارشاد فرمایا :-

جوّدوا القرآن واقلوا الروایۃ عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم	قرآن خوب اچھی طرح پڑھو اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کم کرو۔

بلکہ بعض اوقات تو غلط احادیث کی اشاعت کے خوف سے روایت حدیث کی ہی ممانعت کر دیتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد لوگوں کو جمع کرکے فرمایا "تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی حدیثیں بیان کرتے ہو جن میں تم خود مختلف ہوتے ہو۔ تمہارے بعد جو لوگ آئینگے وہ اس سے بھی زیادہ اختلاف کرینگے، پس رسول اللہ کی حدیث بیان مت کیا کرو۔ اور تم سے کوئی بات دریافت کی جائے تو کہو" ہمارے اور تمہارے درمیان اللہ کی کتاب ہے اُس کے ہی حلال کو حلال اور اُس کے حرام کو حرام سمجھو[2]۔

حدیث پر شہادت پھر اُن کے سامنے کوئی معروف ثقہ شخص بھی حدیث بیان کرتا تو اُسے بغیر شہادت کے قبول نہیں کرتے تھے۔ شہادت کے بعد اُس حدیث کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثبوت قطعی ہو جاتا تو اُس پر سختی کے ساتھ عامل ہوتے تھے۔

ایک مرتبہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس ایک عورت آئی اور عرض کیا کہ "فلاں شخص جس کا انتقال ہوگیا ہے میرا نواسہ تھا، اور میں اُس کی نانی ہوں۔ متوفی کی میراث سے مجھ کو حصہ دلا دیجیے" آپ نے فرمایا" تیرے متعلق نہ تو کتاب اللہ میں کچھ ہے اور نہ سنت میں ہونے کا مجھ کو علم ہے، لوگوں سے دریافت کرونگا، پھر بتاؤنگا" آپ نے پوچھا تو حضرت مغیرہ بن شعبہ نے فرمایا " آنحضرت صلی اللہ

[1] جامع بیان العلم وفضلہ للقرطبی۔ [2] تذکرۃ الحفاظ ج اص ۳۔

سلم نے میرے سامنے نانی کو چھٹا حصّہ دلایا ہے" حضرت ابوبکر بولے " تمہارا کوئی شاہد بھی ہے ؟" محمد بن سلمہ نے شہادت دی کہ ہاں میرے سامنے رسول اللہ نے نانی کو چھٹا حصّہ دلایا ہے[1]۔ خلیفہ اوّل نے یہ سُن کر اُس عورت کو بھی سُدُس دلا دیا۔

صحیح بخاری و مسلم میں ابو سعید الخدری سے روایت ہے " ہم ایک مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ابو موسیٰ گھبرائے ہوئے آئے لوگوں نے اس گھبراہٹ کا سبب پوچھا۔ بولے " میں حضرتِ عمرؓ کی دعوت کے مطابق اُن کے مکان پر حاضر ہوا تھا۔ دروازہ پر تین مرتبہ دستک دی جواب نہیں ملا تو واپس چلا آیا۔ اس واقعہ کے بعد ایک ملاقات میں حضرت عمرؓ نے پوچھا " تم فلاں دن آئے نہیں ؟ میں نے پورا قصّہ نقل کر دیا اور ساتھ ہی کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے " تم میں سے کوئی شخص کسی کے مکان پر جا کر تین مرتبہ اجازت طلب کرے اور اُس کو جواب نہ ملے تو اُسے واپس آجانا چاہیے " حضرت عمرؓ یہ سُن کر بولے " اس حدیث پر اپنا کوئی گواہ لے کر آؤ ورنہ اچھا نہیں ہوگا " اہل مجلس نے کہا " ہمارا سب سے چھوٹا اس کی شہادت دیگا۔ چنانچہ میں (ابو سعید الخدری) اُٹھا اور حضرتِ عمرؓ کے روبرو حاضر ہو کر شہادت پیش کی، خلیفہ ثانی بولے " ابو موسیٰ ! میں تم کو متہم نہیں کرتا (ناقابل اعتبار نہیں سمجھتا) لیکن یہ معاملہ حدیث کا تھا، اس لیے گواہ کی ضرورت تھی[2]۔

مسور بن مخرمہ کا بیان ہے " ایک مرتبہ حضرت عمرؓ نے ایک ساقط بچہ کے بارہ میں مشورہ کیا مغیرہ بولے " رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لونڈی سے متعلق یہ فیصلہ کیا ہے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا " اگر تم سچے ہو تو اس پر شہادت پیش کرو " محمد بن مسلم بولے " میں شہادت دیتا ہوں کہ بیشک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسا فیصلہ کیا تھا[3]۔

ایک واقعہ اس سے بھی زیادہ صریح ہے۔ حضرت عمرؓ نے ایک مرتبہ مسجد کی توسیع کے لیے

[1] مستدرک حاکم و ابو داؤد باب میراث الجدۃ [2] صحیح بخاری باب التسلیم والاستیذان ثلاثا [3] ابو داؤد باب دیۃ الجنین

حضرتِ عباسؓ سے زمین طلب کی، انہوں نے انکار کردیا اور حدیث بیان کی کہ آپ زیادتی نہیں کرسکتے۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا "اس پر گواہ پیش کیجیے ورنہ اچھا نہیں ہوگا" حضرت عباسؓ نے ایک جماعت انصار سے اس کا ذکر کیا، حضرت عمرؓ کے سامنے ان لوگوں نے تصدیق کی کہ ہاں یہ حدیث صحیح ہے، خلیفۂ دوم نے یہ سن کر فرمایا:-

انی لم اتھمک ولکنی احببت ان اتثبت[1]	میں آپ کو ناقابلِ اعتبار نہیں جانتا لیکن چاہتا تھا کہ تصدیق کرلوں۔

حضرت علیؓ کا بھی معمول تھا کہ اُن کے سامنے کوئی شخص حدیث روایت کرتا تو آپ اُس سے قسم لیتے تھے[2]

قبولِ حدیث کے معاملہ میں یوں تو تمام صحابہ اور خصوصاً حضرت ابن عباسؓ، ابن عمرؓ، عبداللہ بن مسعودؓ اور حضرت علیؓ سبھی محتاط تھے لیکن اولیت کا سہرا خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ کے سر ہے چنانچہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں۔

وکان اوّل من احتاط فی قبول الاخبار۔	حضرت ابوبکرؓ قبول اخبار میں سب سے پہلے احتیاط کرنے والے ہیں۔

حضرت عمرؓ نے متعدد حدیثوں پر شہادت طلب کرکے تثبت فی النقل کی سُنت جاری کردی اور لوگوں کو یہ بتادیا کہ ایک حدیث کو دو ثقہ راوی بیان کریں تو وہ قوی ہوجاتی ہے۔

امام ذہبی حضرت عمرؓ کے حالات میں فرماتے ہیں:-

وھوالّذی سنّ للمحدثین التثبت فی النقل	حضرت عمرؓ ہی وہ بزرگ ہیں جنہوں نے محدثین کے لیے تثبت فی النقل کی سُنت جاری کی۔

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۸ [2] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ذکر حضرت علی۔

پھر حضرت ابوموسیٰ والا مندرجۂ بالا واقعہ نقل کرنے کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔

احبّ عمر ان یتأکد عنده خبر	حضرت عمرؓ چاہتے تھے کہ ابوموسیٰ کی حدیث
ابی موسیٰ بقول صاحب آخر	کسی دوسرے شخص کی شہادت سے موکد ہو جائے
ففی هذا دلیل علی انّ الخبر اذا	یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کسی خبر کو دو ثقہ آدمی
رواه ثقتان کان اقوی وارجح	بیان کریں تو وہ حدیث منفرد کی بہ نسبت زیادہ
مما انفرد به واحد وفی ذلك	قوی اور قابل ترجیح ہو جاتی ہے، اور حضرت
حضّ علی تکثیر طرق الحدیث	عمرؓ نے ایسا کر کے طرق حدیث کی کثرت پر بھی
لکی یرتقی عن درجة الظن الی	لوگوں کو برانگیختہ کیا ہے تاکہ وہ درجۂ ظن سے نکل
درجة العلم اذ الواحد یجوز علیه	کر درجۂ علم کی طرف آجائے کیونکہ واحد کے متعلق
النسیان والوهم ولا یکاد یجوز	تو یہ احتمال رہتا ہے کہ اس پر بھول اور وہم
ذلك علی ثقتین لم یخالفهما	طاری ہو گیا ہو لیکن دو ثقہ جن کی کسی نے مخالفت
احد [1]	نہ کی ہو ان کی نسبت ایسا احتمال صحیح نہیں ہو سکتا

امام ذہبی کا مقصد یہ ہے کہ حضرت عمرؓ کی اس احتیاط پسندی اور تشدد نے محدثین کے لیے شمع ہدایت کا کام کیا۔ یعنی اُن کے طرز عمل سے یہ ثابت ہو گیا ہے کہ کوئی حدیث کس وقت قبول کرنی چاہیے اور اُس کا معیار کیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ تھا کہ حضرت عمرؓ کے عہد میں جو حدیثیں رائج تھیں صحابۂ کرام اُن کو بے تکلف قبول کر لیتے تھے۔ حضرت معاویہ فرماتے تھے۔

علیکم من الحدیث بما کان فی	حضرت عمرؓ کے عہد میں جو احادیث رائج تھیں
عهد عمر فانه کان قد اخاف	تم اُن کو مضبوط پکڑ لو کیونکہ اُنھوں نے لوگوں کو

[1] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۶ ، ۷

الناس فی الحدیث عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم [۱] رسول اللہؐ سے احادیث روایت کرنے سے ڈرا دیا تھا۔

طلب حدیث کے لیے سفر

صحابۂ کرام جس طرح بے تحقیق روایت و حدیث کے قبول کرنے سے اجتناب کرتے تھے ان کو اگر معلوم ہوتا کہ کسی دور دراز مقام پر کسی ثقہ کے پاس کوئی حدیث ہے تو اُس کو حاصل کرنے کے لیے سفر کے دشوار گذار مرحلوں کو طے بھی کرتے تھے۔ حضرت جابر بن عبداللہؓ کو معلوم ہوا کہ شام میں (ایک مہینہ کی مسافت پر) عبداللہ بن انیس کے پاس ایک حدیث ہے۔ اُنھوں نے اس کو حاصل کرنے کے لیے ایک اونٹ خریدا، اور خدا کا نام لے کر روانہ ہوگئے۔ ایک مہینہ کی مسافت طے کرنے کے بعد منزل مقصود پر پہنچے، عبداللہ بن انیس کے مکان پر دستک دی وہ باہر آئے تو اُنھوں نے گلے لگا لیا، آنے کی وجہ دریافت کی۔ بولے میں نے سُنا تھا کہ آپ کے پاس سرکار رسالتمآب کی ایک حدیث ہے۔ مجھ کو اندیشہ ہوا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ میں اُس حدیث کو سُنے بغیر ہی مرجاؤں۔ پھر وہ حدیث حاصل کی [۲]

---

[۱] تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ،

[۲] امام بخاری نے اس روایت کو بتمام وکمال ادب المفرد میں اور امام احمد اور ابویعلی نے اپنے اپنے مسند میں نقل کیا ہے۔ اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں بھی باب فی طلب العلم کے ترجمہ میں اس کا ایک ٹکڑہ نقل کیا ہے۔